ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

تذکرہ نگاری کا مفہوم

پروفیسر ڈاکٹر سید اظہر حسین شاہ

شعبہ اُردو

گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر ایبٹ آباد

Abstract :

"The word 'biography' is the description of certain qualities and phases of a person, especially someone who has remained or remains a renowned personality in history. A biography enables a person or reader to gain a deep understanding of the life of the person whose personality is worth reading. There are certain descriptions of the concerned person in the form of different phases of their life that they went through."

"تذکرہ نگاری" کے مفہوم یا اس کی تعریف کا تعین کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ بیاض کی ترقی یافتہ صورت کا نام تذکرہ ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں تذکرہ کا مفہوم کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

> "تذکرہ۔ (اسم مذکر) ذکر مذکور، یاد، یاداشت، بیان، یادگار؛ چرچا، افواہ؛ تاریخ واقعات، سرگزشت۔، سوانح عمری؛ وہ کتاب جس میں شعراء کا حال لکھا جائے۔"[1]

> مصباح اللغات میں تذکرہ کا مفہوم تقریباً اسی طرح کا ہے "تذکرہ یاد دلانے والی چیز، یاد کرنا۔"[2]

> فیروز اللغات میں تذکرہ کا مفہوم یہ ہے "وہ کتاب جس میں کسی شخص کا حال لکھا جائے۔"[3]

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قدیم تذکرے بیاض اشعار کی صورت میں مرتب کئے جاتے تھے ان میں اشعار کے ساتھ شعرا کا نام اور تخلص بھی ہوتا تھا جب تذکرے نے مزید ارتقائی منازل طے کیں تو الفبائی ترتیب کو ملحوظ رکھا جانے لگا اور اس میں شعرا کے مختصر حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرے کا اضافہ بھی کیا گیا۔ یوں تذکرہ ہم تاریخی، تنقیدی اور سوانحی فضا میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> "اردو میں شاعری اور شعرا پر تنقیدی کا قدیم انداز ان تذکروں کی صورت میں ملتا ہے جو اولاً فارسی میں قلم بند کئے گئے ان میں اردو شعراء کے بارے میں مختصر کوائف مع نمونہ کلام، حروف تہجی کے مطابق درج کئے جاتے تھے انہیں اردو شاعری کی "ڈکشنری آف بائیو گرافی بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔"[4]

اس طرح جب شعر وادب کے سیاق وسباق سے ہٹ کر اسے استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد صرف شعرا کا تذکرہ نہیں بلکہ علما فضلا، صوفیا، اطبا، اولیا اور حکما کا تذکرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اردو فارسی میں ان معنوں میں لفظ "تذکرہ" کے استعمال کی مثالیں سینکڑوں ہیں۔ خالص "تذکرۃ الشعرا" کے معنی سے اس لفظ کے بارے میں فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "خالص تذکرۃ الشعرا کے معنی میں اس لفظ کا اولین استعمال تذکرہ دولت شاہ مولفہ ۷۹۶ھ میں نظر آتا ہے۔"[5]

اب رہ گیا "تذکرہ" اور تذکرہ نگاری کی معنوی وسعت وحدود کا تعین تو اس بارے میں اردو فارسی کے تمام تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ کسی تذکرہ نگار نے یہ نہیں لکھا ہے کہ تذکرہ دراصل ہے کیا اور اسے کیا ہونا چاہیے قدیم تذکروں میں صرف کریم الدین نے اس طرف توجہ کی ہے وہ تاریخ وتذکرہ کا فرق یوں پیش کرتے ہیں:

> "کتب تذکرہ اور طبقات چونکہ شاخیں تاریخ کی ہیں اس لئے اکثر اہل علم وفضل نے بہ لحاظ تکمیل فن تواریخ کے اس فن کی کتابیں تصنیف کی ہیں.... مگر افسوس کہ کسی نے اس کو شاخ تاریخ نہ کہا۔ واضح ہو کہ تاریخ اس کو کہتے ہیں جس میں واقعات یا حالات زمانہ اس طور پر لکھے جائیں کہ اس سے یہ معلوم ہو سکے کہ فلاں زمانے میں یہ حادثہ یا واقعہ گزرا، بخلاف تذکرہ کے کہ اس میں ایک خاص قسم کے لوگوں کا حال لکھا جاتا ہے مثلاً تذکرۃ الشعرا یا تذکرہ

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

انبیا یا تذکرہ اولیا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ تذکرہ خاص ہے اور تاریخ عام کہ وہ تذکروں پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تذکرہ ایک قسم کی تاریخ ہے بشرطیکہ اس میں ہر ایک شخص کے زمانے کا بھی حوالہ ہو اور اگر صرف حال ہو اور تاریخ کسی کی دریافت نہ ہو سکتی ہو اور نہ مصنف کے بیان سے واضح ہو کہ کس زمانے کا یہ حال بیان کرتا ہے تو اس صورت میں داخل تاریخ نہ ہوگا بلکہ ایک قسم علیٰحدہ مقابل تاریخ کے ہوگی اس صورت میں نسبت تضاد کی ہوگی۔ غرض کہ تاریخ میں بحث واقعاتِ زمانہ سے ہوتی ہے اور تذکرے میں اشخاص کا بیان ہوتا ہے۔"[6]

اس بیان سے نہ صرف تذکرہ نگاری کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد ملی بلکہ تذکرہ نگاری کیا ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ مولانا صلاح الدین احمد اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان تذکروں ہی میں ادبی و علمی حلقوں کے مشاغل اور تفریحوں کا حال ان کی رقابتیں اور کش مکش، وضع داریاں اور پاس داریاں باہمی سلوک و مراعات ان کے ردو قبول اور پسند و ناپسند کے معیار غرض سارے نظام معاشرت کا روشن تصور آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ بلاشبہ یہ تذکرے ہماری ادبی تاریخ کا قیمتی سرمایہ اور ہماری قدیم معاشرت اور تہذیب کی قابل قدر یادگاریں ہیں ان کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"[7]

بہر حال تذکرہ اور تذکرہ نگاری کی تعریف جس موثر انداز میں "مقدمہ طبقات الشعرائے ہند" کے مولف کریم الدین نے کی اس سے زیادہ کسی اور تذکرے میں نظر نہیں آتی۔ تذکرہ تاریخ کے ساتھ ساتھ ایک ایسا انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں نہ صرف شعرا کا ذکر ہوتا ہے بلکہ ان کی شاعری کے ساتھ ان کے سیاسی سماجی حالات کو بھی موضوع بحث بنایا جاتا ہے جس سے تذکرہ نگاری کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہو جاتا اور ادب کو کثیر سرمایہ کی صورت میں شعراء کے ساتھ ان کا کلام بھی میسر آجاتا ہے۔

تذکرہ نگاری کے محرکات:

فارسی کی طرح اردو میں بھی تذکرہ نگاری کے آغاز اور فروغ کے بہت سے محرکات رہے ہیں اگر ہم "نکات الشعرا" سے لے کر "آب حیات" تک کے زمانے کو سامنے رکھ کر بات کریں تو اس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ تاریخ کے اوراق میں اپنے آپ کو زندہ رکھے اور آنے والی نسل اس کے نام اور کام سے واقف ہو۔ تذکرہ نگاری کا دوسرا بڑا محرک بیاض نگاری اور انتخاب اشعار کا شوق ہے اشعار کے انتخاب کی رسم نہایت ہی قدیم ہے جتنی کہ خود شاعری۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"انتخاب اشعار دراصل تخلیقی جذبے اور عمل کا ہی ایک جزو ہے جسے شعری تنقید کا نقطہ آغاز کہنا چاہیے۔"[8]

انتخاب اشعار کے اسی شوق نے بیاض کی بنیاد ڈالی اور آگے چل کر بیاض نگاری نے تذکرہ کی صورت اختیار کر لی شعرا کی شاعری کے مختلف مضامین کی ضروری یادداشت رکھنے کے سلسلے میں پاک و ہند میں بیاض کا رواج عام تھا جو آج کے زمانے میں بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے عموماً شعر و سخن کی بیاضوں میں رموز، عروض، قوافی کی ضروری یاداشتیں اساتذہ کے قصائد، غزلیں رباعیات، معمے، پہلیاں، تاریخیں اور اعلیٰ درجہ کی شاعری کے حوالے سے جملہ متعلقات کو تحریر میں لانے کا رواج تھا۔ الطاف حسین حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں علامہ ابن رشیق کے حوالے سے لکھا ہے:

"شاعر کو اعلیٰ طبقہ کے شعراء کا کلام یاد ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنے شعر کی بنیاد اسی مواد پر رکھے۔ جو شخص اساتذہ کے کلام سے خالی الذہن ہوگا اگر وہ محض طبیعت کی اپچ سے کچھ لکھ بھی لے گا تو اس کو شعر نہیں بلکہ نظم ساقط از اعتبار یا ٹکسال باہر کہیں گے۔ پس جب اس کا حافظہ بلغا کے کلام سے پُر ہو جائے اور اس کی روشن ذہن کی لوح پر

نقش ہو جائے تب فکرِ شعر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اب جس قدر مشق زیادہ ہو گی اسی قدر ملکہ شاعری مستحکم ہو گا۔"[9]

یہ ایک ایسے عرب نقاد کا قول ہے جس کے اثرات عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر صاف نظر آتے ہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ فارسی اور اردو شعرا کے تذکروں میں زبان و بیان کی جن خوبیوں اور کمزوریوں کی نشان دہی ملتی ہے۔ وہ عموماً ابن رشیق کے دبستان سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر ہم تذکرہ نگاروں کے مقاصد پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہو گا کہ اکثر تذکرہ نگاروں کا کام انتخاب اشعار پر مشتمل تھا۔ انتخاب اشعار کے اس شوق نے ماضی میں "بیاض" کی بنیاد ڈالی اور آگے چل کر تذکرۃ الشعرا کی صورت اختیار کر لی۔ بیاض کے حوالے سے فیروز اللغات میں اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ وہ کتاب جس میں شعر لکھتے ہیں یاداشت کی کاپی یا پاکٹ تک کے ہیں[10]

اصطلاح میں ایسی کتاب جس میں اشعار و مطالب اور متفرق درج کئے جاتے ہیں بیاض کے مترادف "سفینہ" کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کا مفہوم مختلف النوع صورتوں میں موجود ہے۔

ا۔ "سفینہ: اسم مذکر کشتی۔ ناؤ۔ جہاز

جہاز آشناؤں سے اگر ایسے ہی بے زار ہو تم

تو ڈبو دو انہیں دریا میں سفینہ بھر کے

۲۔ کتاب اشعار۔ بیاض اشعار۔ یاداشت کی بیاض۔ نوٹ بک جیسے "علم در سینہ نہ در سفینہ" (۳) سمن۔ یا اطلاعنامہ۔ سرکاری اطلاع کا کاغذ جو مدعا علیہ یا گواہوں کے پاس جاتا ہے۔ کوئی کتاب سادہ سادہ بیاض۔ بن لکھے مجلد اوراق۔"[11]

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ کسی زمانے میں انتخاب کلام کا رواج عام تھا سوسائٹی میں شعر و شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کا محبوب مشغلہ تھا کہ وہ اپنے پسندیدہ اشعار منتخب کر کے بیاض کی صورت میں محفوظ کر لیتے تھے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"شعر و شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کا محبوب ترین شعلہ ہی تھا وہ اپنے پسند کے اشعار منتخب کر کے رکھتے تھے اور اسے بیاض (ا)، جنگ یا سفینہ کا نام دیتے تھے فارسی میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں سفینہ اور جنگ کے الفاظ تذکرۃ الشعرا کے معنی میں بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن بیاض کا لفظ ہمیشہ مجموعہ اشعار کے معنوں میں آیا ہے۔"[12]

تذکرہ نگاری کے محرکات میں شعرا کی معاصرانہ چشمک بھی اہم کردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں باہمی رقابت، گروہ بندی اور علاقائی تعصب کی بڑی مداخلت رہی ہے۔ مولوی فروز الدین فروز الغات میں لکھتے ہیں:

"جنگ کا لفظ بھی بیاض کے معانی میں استعمال ہوتا ہے ایک ہی جلد میں کئی کتابیں ہوں (ا) بڑی بیاض وغیرہ"[13]

ڈاکٹر سید عبد اللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہر استاد کے ساتھ بے شمار شاگرد ہوتے تھے جو ان شاعرانہ مناظروں میں اپنے اپنے استاد کا ساتھ دیتے تھے اس طرح رفتہ رفتہ بہت سے ادبی گروہ قائم ہو جاتے تھے جو مختلف اساتذہ کے دبستان ادب کی حمایت پر ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے اس گروہ بندی کا عام اردو ادب پر خاص اثر پڑا چنانچہ اور ادبی تحریکوں کی طرح اردو تذکرہ نگاری بھی اس سے متاثر ہوئی۔۔۔۔۔ غرض شعر و شاعری کے اس ذوق عام نیز ادبی گروہ بندی کی وجہ سے مشاعرے کے وسیع رواج کی بدولت تذکرہ نگاری کے فن کو بڑی ترقی ہوئی۔"[14]

ولی دکنی سے لے کر مرزا رفیع سودا اور میر تقی میر کے زمانے سے لے کر آج تک معاصرانہ چشمک کے اثرات ہمارے ادب پر نظر آتے ہیں میر تقی میر کا نکات الشعرا اور اس جیسے کئی تذکرے معاصرانہ چشمک کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ سید فیاض محمود لکھتے ہیں:

"اس دور میں تذکرہ نویسی کی فارسی روایات بھی قائم رہیں اور ساتھ ساتھ جواب الجواب کے طور پر تذکرے لکھنے کی چپقلش بھی چلتی رہیں۔"[15]

سید فیاض کی اس بات کی سچائی میں کوئی شک وشبہ نہیں احساس برتری نے اس زمانے کے شعرا سے معرکۃ آرا کام کروائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی یہ رسم بڑی قدیم ہے اس بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"اس معاملے میں میر کا پہلا حریف سید فتح علی حسینی گردیزی (صاحب تذکرہ ریختہ گویاں) تھا جس نے نکات الشعرا کا جواب لکھا اور میر کی طرز تنقید کو "خردہ گیری" اور عیب چینی کا نام دیا۔"[16]

اسی طرح جب شیفتہ نے "گلشن بے خار" لکھا تو قطب الدین باطن کو محسوس ہوا کہ شیفتہ نے دہلوی شعرا کی تعریف کی ہے اور دوسرے علاقوں کے شعرا کو دانستہ کم رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور "گلشن بے خار" میں باطن کے استاد نظیر اکبر آبادی کے اشعار کو غیر معیاری اور بازاری لکھا نواب محمد مصطفی خان شیفتہ کی اس بات کی تصدیق تذکرۃ الشعرا "گلشن بے خار" سے ثابت شدہ ہے وہ لکھتے ہیں:

"ان کا کلام بہت ہے جو بازاری لوگوں کی زبانوں پر ہے ان اشعار پر نظر رکھتے ہوئے ان کے کلام کا شمار کیا جانا چاہیے۔"[17]

چنانچہ اس بات کا نظیر کے شاگرد باطن کو بہت دکھ ہوا اور انہوں نے پھر جواب میں "گلستان بے خزاں" لکھ ڈالا تذکرہ نگاری کے محرکات میں اٹھارھویں اور انیسویں صدی کی شاعرانہ فضا کو کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسی زمانے میں حکمرانوں کا زوال شروع ہوا تو لوگوں نے خارجی دنیا سے قطع تعلق کرکے داخلی دنیا آباد کرلی اس کے ساتھ خیالی دنیا کی تسخیر میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس میں جو چیز سب سے زیادہ معاون ومددگار ثابت ہوئی وہ شعر وسخن کی مجالس یا مشاعرے تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"شاعری کی اس عمومیت نے مشاعروں کے رواج کو بڑی ترقی دی جس سے ضمناً "تذکرہ نویسی" کے فن کو بھی ترقی ہوئی۔"[18]

تقریباً تمام نقاد اس بات پر متفق ہیں کہ جب شاعری کا چرچا عام ہوا تو اس سے تذکرہ نگاری کو بھی فروغ حاصل ہوا ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"مشاعروں کا رواج بھی اردو شاعری کی تاریخ میں ابتداء سے ملتا ہے اس نے بھی تذکرہ نگاری کی روایت کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔"[19]

فارسی کا اولین تذکرہ نگار:

دور جدید کی تحقیق کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے فارسی کا پہلا تذکرہ عوفی کا "لباب الالباب" ہے اور عوفی تاریخی اعتبار سے پہلا تذکرہ نگار ہے یہ تذکرہ ۶۱۷ھ اور ۶۱۸ھ کے درمیان مکمل ہوا یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اردو فارسی میں بعض تذکرہ نگاروں نے اسی کو سامنے رکھ کر اپنے تذکرے مرتب کئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"یہی تذکرہ فارسی تذکرہ نگاری کا سنگ بنیاد ہے اس کی تقلید میں دوسرے تذکرے لکھے گئے۔"[20]

اردو شعرا کے تذکروں کے حوالے سے ہمیں جو بات ذہن میں رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ اردو شعرا کے تذکرے عموماً فارسی تذکرہ نگاری کی تقلید میں لکھے گئے اور اردو میں تذکرہ نگاری کے آغاز کے حوالے سے فارسی تذکرے نہایت اہم ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اردو شاعری میں تذکرے کا آغاز:

اٹھارھویں صدی کے شروع میں ہوا اور تاریخی اعتبار سے اردو شعر و زبان قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ فارسی زبان پر حکمرانوں کی گرفت کم ہونے لگی۔ چونکہ جب فارسی گو حکمران مضبوط تھے اس زبان نے خواص و عام میں ترقی کی مگر حکمرانوں کا زوال زبان کا زوال بن کر آیا۔ اسی دور میں زبان اردو کو موقع ملا اور اس نے تمام معنوی خصوصیات فارسی سے مستعار لے کر اپنی جگہ بنالی اور شعر و شاعری کی زبان بن گئی۔ انیسویں صدی کے آغاز سے قبل اردو تالیفی و تصنیفی کاموں کا موثر ذریعہ نہ بن سکی اٹھارھویں صدی کے وسط سے لے کر انیسویں صدی کے ربع اول تک اردو شعرا کے جتنے تذکرے لکھے گئے بہ استثنائے "گلشن ہند" مولف مرزا علی لطف اور "گلدستہ حیدری" موئلفہ حیدر بخش حیدری تقریباً تمام فارسی زبان میں ہیں۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> "مگر اس میں شک نہیں کہ ریختہ کے عام رواج کے باوجود اردو میں تذکرہ نویسی قدرے دیر سے شروع ہوئی" لطف "کا تذکرہ اردو زبان میں ریختہ گوئی کا پہلا تذکرہ ہے جو ۱۲۱۵ء میں گلزار ابراہیم سے ترجمہ و ترمیم ہو کر مرتب ہوتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج نے اردو کو فارسی کی گدی پر بٹھانے کی اگرچہ بہت کوشش کی لیکن فارسی کا نقش ہر خاص و عام کے دل پر اتنا مضبوط بیٹھا ہوا تھا کہ انیسویں صدی کے آخر تک فارسی ہی علم و ادب کی زبان سمجھی جاتی رہی باقی شعبہ ہائے علم و ادب کی طرح تذکرہ نویسی کی زبان بھی فارسی ہی رہی۔"[21]

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اردو میں تذکرہ نگاری کا رواج میر و درد کے عہد سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اردو شعرا کے قدیم تذکروں پر ایک نظر کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "اگر قدیم ترین تذکروں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے حوالے سے تقدیم و تاخیر کا تعین کیا جائے تو وہ کچھ یوں ہو گی۔
>
> ۱۔ نکات الشعرا، از میر تقی میر، موئلفہ ۱۱۶۵ھ
>
> ۲۔ گلشن گفتار، از حمید اورنگ آبادی، موئلفہ ۱۱۶۵ھ
>
> ۳۔ تحفۃ الشعرا، از افضل بیگ قاقشال، موئلفہ ۱۱۶۵ھ
>
> ۴۔ ریختہ گویاں، از فتح علی حسینی گردیزی، موئلفہ ۱۱۶۶ھ
>
> ۵۔ مخزن نکات، از قیام الدین قائم، موئلفہ ۱۱۶۸ھ[22]

جدید تحقیق کے اس دور میں تقریباً تمام محققین کسی نہ کسی صورت میں مندرجہ بالا ترتیب کو قبول کرتے ہیں۔

اردو شعراء کا پہلا تذکرہ کونسا ہے؟ اردو تذکرہ نگاری کے حوالے سے تحقیق آج تک ہو رہی ہے۔ بہت سی حقیقتوں پر زمانے کی گرد جم چکی ہے۔ اس کے باوجود محققین کی آرا میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> "دو تذکرے (تحفۃ الشعرا اور گلشن گفتار) دکن سے تعلق رکھتے ہیں اور ۱۱۶۸ھ میں لکھا جانے والا "مخزن نکات" اپنے دعوے کے باوجود بعد کی تصنیف ہے۔ باقی رہا تذکرہ گردیزی سو داخلی شہادتیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ گردیزی نے میر کے تذکرہ "نکات الشعراء" کو ضرور دیکھا ہو گا پس ان حالات میں تذکرہ میر کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔"[23]

اس کے علاوہ قدیم تذکروں پر دیگر محققین نے بھی کام کیا ہے جن میں مولوی عبد الحق، محی الدین قادری زوؔر، حبیب الرحمن خان شیروانی، گارساں دتاسی، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر ابو للیث صدیقی قاضی عبد الودود وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے باوجود آج بھی "نکات الشعرا" کو ہی اولیت کا درجہ دیا جاتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

حوالہ جات

1 سید احمد بریلوی، فرہنگ آصفیہ۔لاہور سنگ میل پبلی کیشنز جلد اول ۱۹۸۶ء ص ۵۱۱

2 ابو الفضل مولانا، عبد الحفیظ بلیاوی مرتبہ: مصباح اللغات مکتبہ زید بن ثابت دہلی ۱۹۵۰ء ص ۲۶۵

3 فیروزالدین، الحاج مولوی، فیروزاللغات مرتب مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔ ص ۳۵۲

4 ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۱ء ص ۸۷

5 ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، زرین آرٹ پریس طبع اول نومبر ۱۹۷۲ لاہور ص ۱۲

6 مولوی کریم الدین، طبقات الشعرائے ہند، اردو اکادمی ۱۹۸۳ء مقدمہ

7 مولانا صلاح الدین احمد، شعرائے اردو کے تذکرے، ڈاکٹر سید عبد اللہ، مکتبہ خیابان ادب لاہور دسمبر ۱۹۶۸ء، اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ز

8 ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص ۳۳

9 مقدمہ شعر و شاعری، شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی، عطیہ پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔ دوئم ۱۹۸۶ء ص ۵۴

10 مولوی فیروز الدین، فیروز الغات، فیروز سنز لاہور۔ ص ۲۵۰

11 سید احمد بریلوی، فرہنگ آصفیہ۔لاہور سنگ میل پبلی کیشنز جلد سوم ۱۹۸۶ء ص ۸۱

12 ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص ۳۸

13 مولوی فیروز الدین، فیروز الغات، فیروز سنز لاہور۔ ص ۴۷۴

14 ڈاکٹر سید عبد اللہ، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، جدید اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ۷-۸ طبع ثانی ۱۹۶۸

15 تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان، مدیر گروپ کیپٹن سید فیاض محمود پنجاب یونیورسٹی لاہور طبع اول ۱۹۷۱ء ص ۳۵۶

16 ڈاکٹر سید عبد اللہ، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، جدید اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ۱۵

17 نواب غلام مصطفی خان شیفتہ، گلشن بے خار، تذکرۃ الشعرا، نفیس اکیڈمی کراچی۔ ص ۳۲۰

18 ڈاکٹر سید عبد اللہ، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، جدید اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ۷

19 ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص ۴۲

20 مقدمہ لباب الباب، عبد الوہاب فروزی، مشمولہ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری ص ۲۲

21 ڈاکٹر سید عبد اللہ، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، جدید اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ۲

22 اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص ۶۵

23 ڈاکٹر سید عبد اللہ، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، جدید اردو ٹائپ پریس لاہور۔ ص ۱۵، ۱۴